خلاصہ

عالمی اور ملکی حالات: مالی استحکام کے حوالے سے مضمرات

ایک سال قبل تک جو سازگار عالمی ماحول تھا جسے ''اعتدال عظیم'' تک کا نام دیا گیا، اگست 2007ء میں مالی بحران کا شکار ہوگیا جس کی گونج دنیا بھر میں محسوس کی گئی۔ جب حالات اچھے تھے، قرضہ آسانی سے دستیاب تھا، کم خطرے کے پریمیم مہیا تھے اور عالمی معیشت کی اوسط (چار سالہ) شرح نمو 5 فیصد تھی، اس وقت اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ صورتحال ایسی گمبھیر ہوجائے گی۔ یہ بحران رہن قرضوں کے جزدان سے ابھرا جو اس (خام) مفروضے پر قائم تھا کہ مکانات کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے گا، اور ستمبر 2008ء میں ایک اور نئے ہنگامہ خیز مرحلے میں داخل ہوگیا جس نے عالمی مالی اداروں اور بازاروں کا اعتماد بری طرح مجروح کردیا۔

اعتدال عظیم کے اس دور میں، جو کم اور مستحکم گرانی کا زمانہ تھا، مرکزی بینکوں کی زری استحکام کے حوالے سے ساکھ بھی بہت تنقید کا نشانہ بننے لگی ہے کیونکہ مالی استحکام کے خطرات پر قابو پانے اور انہیں کم سے کم کرنے کے لیے مرکزی بینکوں نے بعض غیر روایتی طریقے اختیار کیے تھے۔

پاکستان کو، جو بحران کے براہ راست اثرات سے زیادہ تر محفوظ رہا، زیادہ تشویش زری استحکام کے مسائل کے سلسلے میں تھی۔ یہ مسائل بحران کے آغاز سے قبل ہی بڑھتی ہوئی گرانی کی وجہ سے درپیش تھے۔ چونکہ بینکاری کا شعبہ بھرپور نمو پا رہا تھا اور مختلف قسم کے دھچکوں سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا، ملکی مالی منڈیوں کا عالمی مالی حالات سے نسبتاً کم ربط تھا، قواعد وضوابط موثر تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ضمانتی وثیقہ جات سے براہ راست تعلق نہ تھا اس لیے جب بحران میں شدت آئی اور اس نے ترقی یافتہ معیشتوں کو متاثر کرنا شروع کیا تو پاکستان میں مالی استحکام کو درپیش خطرات سے خاصی سہولت سے نمٹ لیا گیا۔

تاہم بڑھتے ہوئے معاشی عدم توازن اور دیگر منفی حالات نے قرضہ جات کے حوالے سے دباؤ پیدا کیا ہے۔ پاکستان کو بھی 2007ء کی آخری سہ ماہی کے وقت سے دشوار معاشی ماحول کا سامنا ہے جس کا سبب معاشی عدم توازن میں اضافہ، گرانی کی بلند سطح، توسیعی مالیاتی پالیسی اور ملکی سیاسی فضا سے پیدا ہونے والے متعدد عوامل ہیں۔ مالی سال 08ء میں مختلف عوامل کی بنا پر شرح نمو کم ہوکر 5.8 فیصد ہوگئی، جیسے اجناس علی الخصوص تیل اور غذا کے عالمی نرخوں کا بڑھنا جو ملکی گرانی اور معاشی عدم توازن میں اضافے پر منتج ہوا۔

بحران کے مسلسل جاری رہنے کے نتیجے میں اہم ترقی یافتہ معیشتوں میں معاشی نمو کی رفتار میں نمایاں کمی اور ان کے مالی شعبوں میں بحران کی وجہ سے دور ثانی کے اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ملکی معیشت اور مالی شعبے پر اس دور ثانی کے اثرات کو جانچنے کے لیے یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ پاکستان میں ایک خاص عنصر یعنی نومبر 2007ء سے پیدا ہونے والا سیاسی عدم استحکام بھی زیر جائزہ دور میں برقرار رہا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ مالی منڈیوں کے مشترکہ اثرات، بازار اجناس کے عجیب رجحانات اور بیشتر غیر مستحکم داخلی حالات کا تجزیہ الگ الگ کرنا آسان نہ ہوگا کیونکہ یہ تمام عوامل تقریباً اسی وقت ظہور میں آئے جب بحران سامنے آیا۔

پاکستان میں اقتصادی استحکام ملکی اور بیرونی ضرر پذیری دونوں کی بنا پر مخدوش رہا ہے۔ مالیاتی دباؤ بدستور بلند ہے۔ مالی سال 08ء میں مرکزی بینک سے 689 ارب روپے کی ریکارڈ قرض گیری کے بعد بھی حکومتی قرض گیری کا سلسلہ مالی سال 09ء میں بلاتخفیف جاری ہے۔ مرکزی بینک سے حد سے بڑھ کر اس قرض گیری سے سیالیت کے موثر انتظام کے حوالے سے پیچیدگیاں جنم لے رہی ہیں۔ خاص طور پر بیرونی شعبے کی کمزوریاں باعث تشویش ہیں۔ کارکنوں کی بھرپور ترسیلات اور برآمدات کی معقول کارکردگی کی وجہ سے بیرونی حسابات کا خسارہ مالی سال 08ء میں جی ڈی پی کے 8.4 فیصد پر رہا جو ناپائیدار سطح ہے۔ نجی اور سرکاری ذرائع سے رقوم کی آمد کی رفتار میں خاصی کمی کی وجہ سے مالی فرق بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجے میں زرمبادلہ خرچ ہونے سے بینکاری نظام کے اندر روپے کی سیالیت کم ہوگئی ہے اور ملکی بازار زر پر دباؤ پڑا ہے۔ بینکاری نظام کے خالص بیرونی اثاثے مالی سال 08ء میں 317.4 ارب روپے (اور مالی سال 09ء کے پہلے چند ماہ کے دوران 346.4 ارب روپے) کم ہوگئے ہیں۔

2007ء کے دوران اور 2008ء کی پہلی ششماہی میں اجناس کے نرخوں میں غیر معمولی اضافے نے پاکستانی معیشت پر بہت مضر اثرات ڈالے ہیں۔ پاکستان ان معیشتوں میں شامل ہے جن پر اجناس کی عالمی مہنگائی کا بدترین اثر پڑا ہے۔ وسط جولائی 2008ء میں یہ مہنگائی اپنے عروج پر پہنچ گئی جس سے معاشی استحکام سخت مجروح ہوا۔ دہرے خسارے جو کچھ عرصہ قبل پائیدار سطح پر پہنچ گئے تھے، مالی سال 05ء سے دوبارہ بڑھنا شروع ہوگئے ہیں تاہم مالی سال 08ء کے دوران ان میں غیر متوقع طور پر بہت اضافہ ہوا۔ معیشت میں موجود حد سے متجاوز طلبی دباؤ کے علاوہ معاشی عدم توازن کا اہم سبب عالمی منڈی میں اجناس کی قیمتوں میں بڑا اضافہ تھا کیونکہ ملک کا دارومدار تیل اور غذائی درآمدات پر ہے۔

معیشت کے وبائی اثرات کا دوسرا ذریعہ تجارتی حجم ہے۔ شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ اور یورپ سے مضبوط ترین تجارتی رابطے رکھنے والے ملکوں میں واضح طور پر سست رفتاری آرہی ہے۔

مالی سال 09ء کے پہلے چار ماہ کی برآمدات کے اعدادوشمار سے 16.3 فیصد کا سال بسال اضافہ ظاہر ہوتا ہے تاہم پاکستان میں برآمدات کو درپیش مسلسل خطرات زیادہ نمو والے مقامات پر توجہ دے کر اور پیداواری اساس میں تنوع لاکر کچھ کم کیے جاسکتے ہیں۔ حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ سیمنٹ کی برآمدات میں مالی سال 08ء کے دوران 11.7 فیصد کا اضافہ ہوا ہے (مشرق وسطیٰ، بھارت اور افریقہ سے طلب کے ردِعمل میں)، جبکہ مجموعی برآمدات میں سب سے بڑا حصہ چاول (18 فیصد) کا ہے۔

پاکستان جو معاشی کارکردگی بہتر ہونے کے طفیل 2004ء میں دوبارہ عالمی بازار سرمایہ میں داخل ہوا تھا اور جس کے پاس ابھی تک چار ریاستی بانڈز کے اجرا ہیں، مالی سال 08ء میں دشوار ماحول سے دوچار ہوا۔ پاکستان میں آنے والی بیرونی رقوم اکتوبر 2007ء کے بعد خاصی کم ہوگئی ہیں جس کا سبب عالمی معاشی حالات کے علاوہ ملکی اقتصادی و سیاسی عوامل سے جنم لینے والی غیر یقینی کیفیت تھی۔ اہم بات یہ ہے کہ بیرونی براہ راست سرمایہ کاری مستحکم تھی بلکہ مالی سال 07ء میں اس کی آمد کچھ بہتر ہوگئی، لیکن بیرونی جزدانی سرمایہ کاری جس میں قلیل مدتی نقطہ نظر ملحوظ رکھا جاتا ہے، میں اتار چڑھاو رہا اور مالی سال 07ء میں بہت تیز نمو کے بعد 08ء میں تقریباً غائب ہی ہوگئی۔

گذشتہ دہائی کے دوران پاکستان ایشیا کی تیز ترین معیشتوں میں رہا ہے اور اس کا مالی شعبہ زبردست تبدیلی سے گذرا ہے۔ مالی وساطت کے عمل میں مالی شعبے پر زیادہ تر بینک چھائے ہوئے ہیں اس لیے مالی شعبہ مضبوط اور لچکدار ہے اور اس کا قواعدی ڈھانچہ مضبوط ہے۔ اگرچہ سیالیت اور نئی پیشکشوں کے حجم کے حوالے سے سرمایہ منڈیاں ابھی تک چھوٹی اور گہرائی کے فقدان کا شکار ہیں تاہم مالی شعبے کی اصلاحات کے نفاذ کا عمل چلتے رہنے کی بنا پر یہ مسائل رفتہ رفتہ حل ہورہے ہیں اور مالی شعبے میں گہرائی کی سمت میں سفر جاری ہے۔ دوسری جانب پاکستان میں معاشی نمو ایشیا کے برخلاف، صرفی ماڈل پر مبنی ہے جس میں مالی بچت کی سطح کم ہے اور سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کا تناسب خاصا بتدریج بڑھ رہا ہے۔

ان عوامل کے پیش نظر پاکستان میں مالی استحکام کو درپیش مشکلات زیادہ تر حقیقی شعبے کے ذریعے سامنے آتے ہیں۔ معاشی عدم توازن اور بلند گرانی کی وجہ سے مالی شعبے کا استحکام کلائنٹس کی بیلنس شیٹس تک پہنچنے والے اثرات، معاشی ماحول میں منفی تبدیلیوں اور زری عدم استحکام کے مضمرات کی بنا پر مخدوش ہوسکتا ہے، جیسا کہ مالی اداروں کو درپیش سیالیت کے موجودہ مسائل اور بلند گرانی سے ظاہر ہے۔ معیشت کی مسلسل اور بڑے بیرونی حسابات کے خسارے کو برداشت کرنے کی صلاحیت اس وقت تک مشکوک رہے گی جب تک معاشی صورتحال بہتر نہیں ہوتی اور گرانی قابو میں نہیں آتی۔

زری اور مالی استحکام کے پیمانے

مرکزی بینک مالی شعبے کو براہ راست چلا رہے ہوں یا بالواسطہ طور پر دنیا بھر میں یہ ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ زری (یا نرخوں کے) استحکام کے ساتھ مالی استحکام بھی قائم رکھیں۔ زری اور مالی استحکام کے دو بنیادی پہلوؤں پر بھرپور بحث کی جاتی ہے: (الف) ایک باضابطہ طریقہ کار جو کسی مرکزی بینک کو مالی استحکام قائم رکھنے اور اس کی نگرانی کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہیے، اور (ب) آیا یہ مقاصد باہم مربوط ہیں یا متعلقہ پالیسی میں اس حوالے سے کسی سمجھوتے کی ضرورت ہے۔

مالی استحکام قائم رکھنے کا ڈھانچہ ابھی تک ارتقا پذیر ہے کیونکہ بینکاری نگرانی کے مختلف ادارہ جاتی ڈھانچوں اور مرکزی بینک کی ذمہ داریوں کے بارے میں دنیا میں کلی اتفاق رائے موجود نہیں۔ اختلاف کا ایک اور نکتہ یہ ہے کہ مالی استحکام کے تحفظ کا کوئی ایک مقصد نہیں جو چند مخصوص طریقوں سے حاصل کیا جاسکے۔ مزید یہ کہ مالی استحکام کی کوئی ایک متفقہ تعریف موجود نہیں جو مضبوط ڈھانچہ تیار کرنے کے لیے استعمال کی جاسکے۔ مختلف مرکزی بینکوں نے الگ الگ تعریفیں اپنا رکھی ہیں۔ اس عمل میں پیچیدگیوں کے باوجود مالی استحکام کے حصول کے لیے ایک باضابطہ طریقہ کار کی اہمیت ناقابل تردید ہے۔ اس باضابطہ طریقہ کار میں توجہ اس امر پر دی جاتی ہے کہ مالی نظام میں کمزوریاں شناخت کی جائیں جو ممکنہ خطرات پیدا کرسکتی ہیں اور وہ راستے معلوم کیے جائیں جن سے یہ خطرات پھیلتے ہیں تاکہ پیش بندی کرکے اس قسم کی کمزوریوں کی روک تھام کی جاسکے یا کم ازکم ان سے نمٹنے کی پوری تیاری ہو۔

پاکستان میں مالی استحکام برقرار رکھنے کی ذمہ داری بینک دولت پاکستان کی ہے جو مرکزی بینک ہے اور بینکاری شعبے کا ضابطہ کار ہے۔ قواعدی ذمہ داریوں کی تقسیم کی بنا پر مالی استحکام کو جانچنے کے لیے اسٹیٹ بینک کا موجودہ ڈھانچہ بنیادی طور پر بینکاری شعبے کے استحکام پر زیادہ توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔ یہ جانچ مرکزی بینک میں کئی شعبے اور گروپوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے: بینکاری پالیسی اور ضوابط کا گروپ فاصلاتی نگرانی کی بنیاد پر شعبہ بینکاری کے لیے پالیسی تشکیل دیتا ہے۔ نگرانی کے اس عمل میں شعبہ بینکاری کے حالات پر نظر رکھی جاتی ہے اور بینکوں سے مکالمہ کیا جاتا ہے۔ دوسری جانب بینکاری نگرانی گروپ فاصلاتی نفاذ اور برمقام معائنہ دونوں فرائض ادا کرتا ہے۔ شعبہ مالی استحکام کو، جو نیا قائم ہوا ہے (اور زری پالیسی اور تحقیق گروپ) کا حصہ ہے، پالیسی کی تشکیل اور تحقیقی تناظر فراہم کرنے کے لیے مالی استحکام کا آزادانہ جائزہ لینے کا فریضہ سونپا گیا ہے۔ یہ شعبہ ہر سال ''مالی استحکام کا جائزہ'' کے عنوان سے ایک رپورٹ تیار کرنے اور مالی استحکام کے لیے ایک کلی محتاطیہ ڈھانچہ تشکیل دینے کا بھی ذمہ دار ہے۔ اسٹیٹ بینک مالی استحکام کا جائزہ لینے کے عمل میں غیر بینکی مالی کمپنیوں، شعبہ بیمہ، پنشن فنڈز اور سرمایہ منڈیوں کا آزادانہ جائزہ بھی لیتا ہے ہرچند کہ مالی شعبے کے یہ حصے ایس ای سی پی کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

پالیسی کے بارے میں زری اور مالی استحکام کے مابین سمجھوتے کے حوالے سے مستحکم نرخوں کے ماحول میں مالی عدم توازن کے بار بار پیدا ہونے سے، جس کا مشاہدہ امریکہ میں مالی بحران سے پہلے دیکھا گیا، مالی استحکام کے لیے نرخوں کے استحکام کی اہمیت سخت مشکوک ٹھہرتی ہے۔ اسی طرح مستحکم قیمتوں کے ماحول میں مالی عدم توازن کے پیدا ہونے کی مثالوں میں 1920ء اور 1990ء کے عشروں کے دوران امریکہ اور 1980ء کی دہائی میں جاپان میں آنے والے مالی بحران شامل ہیں۔ گرانی کے سازگار ماحول میں مالی عدم توازن کے علاوہ یورپ وغیرہ (2001ء) اور یورپ اور لو (2002ء اور 2003ء) معیشت میں متعدد ساختی تبدیلیوں پر غور کرتے ہیں جو ان کی نظر میں ایک ''ماحول نو'' کی علامت ہیں۔ اس ماحول میں بنیادی طور پر: (1) مرکزی بینکوں کی گرانی کے خلاف محکم ساکھ میں کم اور مستحکم گرانی ہوتی ہے، (2) مالی منڈیاں آزاد ہوتی ہیں، اور (3) کاروباری چکروں میں اعتدال ہوتا ہے۔

پاکستان کے حوالے سے اس بحث کی اہمیت اس ملک کے معاشی ماحول میں تغیرات کا جائزہ لے کر سمجھی جاسکتی ہے۔ بیانیہ تجزیے سے واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشارے موجود ہیں کہ مئی 2007ء سے پائے جانے والے گرانی کے دباؤ کے سوا، معیشت ماضی کی نسبت کم اور مستحکم گرانی کے ماحول کی جانب پیشقدمی کررہی ہے: گرانی میں حالیہ اضافے کو اس تجزیے کے طویل مدت نقطہ نظر میں استثنا سمجھا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ملکی بینک قرضے میں خاصا اضافہ دیکھا گیا ہے جس کے ہمراہ اثاثوں کے نرخوں میں بھی بہت اضافہ ہوا۔[1] تاہم پیداوار میں بہت زیادہ اتار چڑھاو کے شواہد نہیں۔ ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں معاشی ماحول میں ماحول نو مفروضے کے لحاظ سے تبدیلی کے کچھ آثار ہیں۔ جہاں تک پالیسی کے حوالے سے مضمرات کا تعلق ہے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسٹیٹ بینک محض گرانی کو ہدف بنانے والا مرکزی بینک نہیں۔ یہ زری پالیسی کی تشکیل میں معیشت میں موجود مالی عدم توازن پر بھی نظر رکھتا ہے (جس کے مالی استحکام کے قیام پر اثرات پڑ سکتے ہیں)۔ خاص طور پر زری اور مالی استحکام دونوں کے قیام کے لیے مشترکہ اظہاریوں میں تبدیلی کا اثر زری پالیسی موقف کے بارے میں فیصلوں پر مرتب ہوتا ہے۔ ان اظہاریوں میں شرح سود، بچت اور سرمایہ کاری کے توازن، قرضے کے نمو، قرضوں کا تفاوت، شرح مبادلہ کی سطح اور تغیر پذیری، ایکویٹی نرخ اور قرضوں کی شعبہ جاتی تقسیم وغیرہ شامل ہیں۔

بینکاری نظام کا استحکام

دشوار ملکی و بین الاقوامی ماحول کے باوجود پاکستان میں بینکاری شعبے نے مضبوط اساس سرمایہ اور مناسب نفع آوری کی بنا پر ابتدائی مشکلات کے جواب میں بھرپور لچک کا مظاہرہ کیا ہے۔ 2007ء کے دوران اور 2008ء کی پہلی ششماہی میں غیر ادا شدہ قرضوں پر بھاری تموین، 2007ء کے دوران غیر ادا شدہ

[1] منڈی میں حالیہ مندی کو خصوصاً 18 اپریل م س 08ء سے، مجموعی صورتحال سے جداگانہ تصور کیا جارہا ہے۔

قرضوں پر ضمانت کی جبری فروخت قدر اور 2007ء کے دوران 60.1 ارب روپے کے قرضوں کی معافی کو بینکاری نظام نے بخوبی جذب کرلیا اور عدم استحکام کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی۔ کارکردگی کے اظہاریوں سے 2007ء کے دوران اس شعبے کی سازگار تصور سامنے آتی ہے۔ اثاثوں پر بعد از ٹیکس منافع 1.5 فیصد رہا جو نفع آوری کی 2006ء سے زیادہ پائیدار سطح ہے جب یہ شرح 2.1 فیصد تھی۔ 2007ء میں بینکاری شعبے کا مجموعی خالص منافع 73.3 ارب روپے (تقریباً ایک ارب ڈالر) تھا۔ یہ منافع متعدد بینکوں کے مابین بٹا ہوا تھا کیونکہ 39 میں سے 23 بینکوں کا اثاثوں پر منافع 2007ء کے آخر میں ایک فیصد سے زیادہ تھا۔ ان 23 بینکوں کا اثاثوں میں مجموعی حصہ 87.2 فیصد تھا۔

بلند منافع آوری کے علاوہ 2007ء کے اختتام پر سرمایہ اور خطرہ بہ وزن اثاثوں کا تناسب 50 بیسس پوائنٹس بڑھ کر 13.2 فیصد ہو گیا جو محتاطیہ قواعد کے تحت کم سے کم 8 فیصد کی شرط سے خاصا زیادہ ہے۔[2] بینکوں کے درمیان مذکورہ تناسب کی تقسیم پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ 39 میں سے 30 بینکوں کا یہ تناسب، 2007ء کے اختتام پر 10 فیصد سے زائد ہے۔ ان بینکوں کا اثاثوں میں مجموعی حصہ 73.8 فیصد ہے۔ بنیادی سرمائے اور خطرہ بہ وزن اثاثے کا تناسب 10.5 فیصد بینکاری شعبے کی خطرہ برداشت کرنے کی صلاحیت کے حوالے سے مزید اطمینان کا باعث ہے۔ ظاہری خطرہ اور اساس سرمایہ کا تناسب بھی کم رہا ہے کیونکہ خالص غیر ادا شدہ قرضوں اور سرمائے کی شرح 2007ء کے اختتام تک 5.6 فیصد تک گر گئی ہے جو تاریخ کی کم ترین سطح ہے، جبکہ 2006ء میں یہ شرح 9.7 فیصد تھی۔

بینکاری نظام کی خطرہ جذب کرنے کی صلاحیت میں مثبت تبدیلیوں کے ساتھ خطرات کے بعض عوامل پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ خطرہ قرض کے حوالے سے، بینکاری شعبے کے قرضوں میں 2007ء کے دوران 10.8 فیصد کی سست تر نمو (جو پچھلے پانچ سال کی کمترین نمو ہے)، 2003ء سے 2006ء کے دوران 25 فیصد سالانہ سے زائد کی نمو باعث تشویش رہی ہے خصوصاً قرضہ جزدان کے معیار کے حوالے سے۔ اس سے بھی زیادہ تشویش کا سبب قرضے کا ارتکاز ہے کیونکہ بینکوں کے قرضوں کا 67.7 فیصد قرضہ کھاتہ داروں میں سے 0.5 فیصد کے پاس ہے جن کے قرضوں کا اوسط حجم 6 کروڑ 86 لاکھ روپے ہے۔ قرضوں کی شعبہ وار ہیئت ترکیبی سے بھی کارپوریٹ شعبے میں قرضوں کا ارتکاز ظاہر ہوتا ہے۔ اس شعبے کے پاس بینکوں کے قرضہ جزدان کا 59 فیصد (آخر جون 2008ء میں) ہے۔ 2006ء کی نسبت اس میں 5.7 فیصدی درجے اضافہ ہوا۔ مزید برآں ٹیکسٹائل کے شعبے کو دیے جانے والے قرضے 2007ء کے آخر میں کل قرضوں کا 18.5 فیصد تھے۔ یہ بھی ارتکاز کے خطرے کی ایک علامت ہے۔ قرضہ جزدان کی موجودہ ہیئت ترکیبی اور اس کے ہمراہ 2008ء کی پہلی ششماہی کے دوران معاشی اظہاریوں کے واضح بگاڑ سے خطرہ قرض کے ممکنہ خطرات کے بارے میں تشویش مزید بڑھ جاتی ہے۔

خطرہ قرض (اور اثاثوں کے معیار) کے روایتی اظہاریوں سے پتہ چلتا ہے کہ بینکاری شعبے کے غیر ادا شدہ قرضے 2007ء کے دوران 30.6 ارب روپے (17.4 فیصد کی سال بسال نمو) بڑھ کر سال کے آخر تک 206.1 ارب روپے ہوگئے۔ غیر ادا شدہ قرضوں اور کل قرضوں کا تناسب بھی مذکورہ سال کے دوران 30 بیسس پوائنٹس بڑھ کر 7.2 فیصد ہوگیا جبکہ 2000ء سے اب تک مسلسل کمی دیکھی گئی تھی۔ خوش قسمتی سے یہ اضافہ پوری صنعت میں بٹا ہوا نہیں ہے کیونکہ غیر ادا شدہ قرضوں اور کل قرضوں کا 5 فیصد سے کم تناسب رکھنے والے بینک 97.7 فیصد اثاثوں کے مالک ہیں۔ مزید برآں یک عنصری تجزیہ حساسیت سے بھی خطرہ قرض کے مقابلے میں بینکاری نظام کا استحکام ظاہر ہوتا ہے۔ غیر ادا شدہ قرضوں میں 10 فیصد کے مفروضہ اضافے سے، 100 فیصد تموین کی شرط کے ساتھ، کمرشل بینکوں کے سرمایہ اور خطرہ بہ وزن اثاثوں کے تناسب میں صرف 50 بیسس پوائنٹس کمی کا امکان ہے۔ اسی طرح صارفی مالکاری کے شعبے میں (جس میں 2007ء کے دوران انفیکشن کا تناسب سب سے کم یعنی 4.4 فیصد تھا) غیر ادا شدہ قرضوں اور کل قرضوں کے تناسب میں 10 فیصدی درجے کے مفروضہ اضافے سے کمرشل بینکوں کے سرمایہ اور خطرہ بہ وزن اثاثوں کے تناسب میں 90 بیسس پوائنٹس کمی ہو کر اس کے 12.7 فیصد تک پہنچ جانے کا امکان ہے۔ ایسے دیگر تمام دھچکوں کا کمرشل بینکوں کے سرمایہ اور خطرہ بہ وزن اثاثوں کے تناسب پر نسبتاً کم اثر پڑتا ہے۔

اگرچہ اثاثوں کے معیار کے اظہاریے بینکاری شعبے کے استحکام کے لیے فوری خطرہ نہیں تاہم اس جائزے کی مخصوص نوعیت (جس میں ماضی کی طرف دیکھا جاتا ہے) اور حالیہ مہینوں (خصوصاً نومبر 2007ء اور اس کے بعد) میں بینکاری نظام کے ماحول میں خرابی کی بنا پر ضروری ہے کہ قرضہ جزدان پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ تازہ ترین اعداد و شمار (2008ء کی پہلی ششماہی کے آخر تک) سے پتہ چلتا ہے کہ غیر ادا شدہ قرضوں اور کل قرضوں کا تناسب مزید 55 بیسس پوائنٹس بڑھ کر 7.7 فیصد ہو چکا ہے۔ خالص غیر ادا شدہ قرضوں اور کل قرضوں کا تناسب، جو اثاثوں کے معیار کا ایک اور اظہاریہ ہے، 2008ء کی

[2] شرح کفایت سرمایہ کی کم سے کم قدر بڑھا کر 10 فیصد کردی گئی ہے اور بینکوں اور ترقیاتی مالی اداروں کو 31 دسمبر 2009ء تک یہ شرط پوری کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے بی ایس ڈی کا سرکلر نمبر 19 بتاریخ 5 ستمبر 2008ء اور بی ایس ڈی کا سرکلر نمبر 30 بتاریخ 25 نومبر 2008ء۔

پہلی ششماہی کے آخر تک 1.3 فیصد ہو چکا تھا جبکہ 2007ء کے آخر میں یہ 1.1 فیصد تھا۔ اسٹیٹ بینک کی جانب سے نافذ کی گئی تموین کی نئی شرائط کے تحت بینکاری نظام پر 2008ء کی پہلی ششماہی کے دوران 28.5 ارب روپے کی تموین کا اہتمام کرنا ضروری تھا جبکہ 2007ء کی پہلی ششماہی میں یہ رقم 11.2 ارب روپے تھی۔

2008ء کی پہلی ششماہی کے دوران قرضہ جزدان میں 8.7 فیصد کی بھرپور نمو سے بینکاری شعبے کے مجموعی اثاثوں میں اس کا حصہ بڑھ کر 53 فیصد ہوگیا جبکہ 2007ء کے آخر میں یہ 52 فیصد تھا۔ اسی مدت کے دوران سرمایہ کاریوں میں، جو اثاثوں کا دوسرا سب سے بڑا جز ہیں، 11.9 فیصد کمی ہوئی۔ تاہم اثاثوں کے باہمی تناسب میں ان تبدیلیوں کا بینکاری شعبے کی سیالیت کی حالت پر برائے نام اثر ہوا جس کی وجہ اسی عرصے میں بینکوں کی امانتوں میں 8.7 فیصد کی نمو تھی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ زری سختی کے تازہ ترین اقدامات اور یکم جون 2008ء سے ہر قسم کی بچت امانتوں پر کم سے کم 5 فیصد منافع کے متعارف کرائے جانے کے بینکاری شعبے کے مختلف مالی اظہاریوں پر اثرات ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے۔ بچت امانتوں کی کم سے کم شرح سے خصوصاً بڑے بینکوں کی فنڈنگ کی لاگت میں اضافہ ہوجائے گا۔ یہ اقدام جس کا مقصد کھاتہ داروں کے لیے کم سے کم منافع کو یقینی بنانا ہے، بلند بینکاری تفاوت کو کم کرنے میں بھی مدد دے گا۔

بینکاری نظام میں ارتکاز اور مسابقت

اگرچہ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ پاکستان میں بینکاری شعبے نے حالیہ برسوں میں تیزی سے ترقی کی ہے تاہم اس کے ارتکاز اور کارکردگی پر اثرات اور صنعت کے ابھرتے ہوئے ڈھانچے کے بارے میں بھی بے شمار مباحث جاری ہیں، خاص طور پر اس لیے کہ مسابقت کارکردگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس موقعے پر اس بات کی اور بھی اہمیت ہے جب پچھلے چند برسوں میں استحکام اور یکجائی کے باعث اس شعبے میں بڑی ساختی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں۔ یہ عمل مرکزی بینک کے ایک حالیہ اعلان کے نتیجے میں جاری رہنے کی توقع ہے جس کا مقصد 2013ء تک کم سے کم سرمائے کی شرط بڑھا کر 30 کروڑ ڈالر کرنا ہے۔ نتیجتاً ایسے ادارے سامنے آسکتے ہیں جو غیر معمولی طور پر بڑے ہوں (too big to fail) اور بڑے غیر ملکی بینکوں اور ان کے ذیلی اداروں کے کردار کے حوالے سے مسابقت کے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔ اس مسئلے پر اس باب میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

شعبہ بینکاری کے تینوں اہم اظہاریوں کے لیے ایچ ایچ آئی کی 1000 سے کم قیمت، دیگر شرح ہائے ارتکاز میں بہتری اور پی آر ایچ پیمانے کی صفر سے ایک کے درمیان قیمت، ان تمام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بینکاری شعبے کی ساخت کو زیادہ سے زیادہ اجارہ دارانہ مسابقتی کہا جاسکتا ہے۔ یہ امر دیگر زمینی حقائق سے بھی مطابقت رکھتا ہے کیونکہ بینک اپنے قرضوں کا حجم بڑھانے کے لیے ایک دوسرے سے زبردست مقابلہ کرتے ہیں اور ایس ایم ای، صارفی اور زرعی مالکاری کے نسبتاً نئے شعبوں میں بھی کام کرتے ہیں کیونکہ کارپوریٹ شعبے میں سخت مسابقت ہے اور اس میں کلائنٹس کی تعداد محدود ہوتی ہے۔

منڈی میں مسابقت کے مسئلے کے حوالے سے مندرجہ بالا نتائج اور عملی مثالیں بھی اس نتیجے کو تقویت دیتی ہیں کہ پاکستان میں شعبہ بینکاری بینکوں کے لائسنسوں پر عملاً تعطل کے باوجود خاصا مسابقت پذیر ہے۔

تاہم اس نتیجے میں، کہ شعبہ بینکاری اجارہ دارانہ مسابقت کا حامل ہے، موجودہ شاخوں کے نیٹ ورک کی نوعیت کی بنیاد پر ترمیم کی ضرورت ہے کیونکہ پانچ بڑے بینکوں کو وسیع رسائی کی سہولت حاصل ہے اور دیگر بینک ابھی تک اپنے نیٹ ورک میں وسعت لانے کے عمل سے گذر رہے ہیں۔

پاکستان میں صارفی مالکاری کی صورتحال

حالیہ برسوں میں شعبہ بینکاری کا صارفی مالکاری جزدان ایک بحث کا موضوع بنا ہے جس میں اس کے اس مبینہ کردار پر تنقید کی جارہی ہے کہ یہ معیشت میں ایسی نمو کا سبب بن رہا ہے جس میں صرف کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ چونکہ مجموعی صارفی مالکاری کا جزدان بینکاری شعبے کے کل قرضوں کا لگ بھگ 12 فیصد ہے جبکہ ہمسر ممالک میں یہ جزدان خاصا بڑا ہے، اور معاشی ترقی میں یہ بہت سازگار ہے، اس لیے اس کی ممکنہ خطرات کو صحیح تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے، خاص طور پر اس لیے کہ پاکستان میں گھریلو شعبہ مالی اعتبار سے مضبوط ہے اور بین الاقوامی معیارات سے اس میں لیوراجیہ کا عنصر کم ہے۔

مالکاری کے اس شعبے کا اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ اس سے متوسط طبقے کے صارف کی قوت خرید تک رسائی حاصل ہوئی ہے۔ جو چیزیں پہلے پر تعیش شمار ہوتی تھیں اور محدود طبقے کی پہنچ میں تھیں اب وہ نہ صرف لوگوں کا معیار زندگی بلند کررہی ہیں بلکہ ان اشیا کی طلب نے اشیا سازی کے شعبے کو اپنی استعداد بڑھانے کی طرف بھی مائل کیا ہے، چنانچہ اس سے معاشی سرگرمیوں میں وسعت آئی ہے۔ مثال کے طور پر گاڑی اور صارفی پائیدار اشیا کی خریداری کے لیے بینکوں کے قرضے اس سلسلے میں مفید ثابت ہوئے ہیں۔ اگرچہ رہن مالکاری تناسب کے اعتبار سے کم ہے تاہم اس کی بڑھتی ہوئی طلب سے انفرادی صارف کی ضرورت اور مکانات کی نجی ملکیت حاصل کرنے کی مالی استعداد کی عکاسی ہوتی ہے۔ چنانچہ صارفی مالکاری کی مصنوعات کو ترویج دے کر بینکوں نے ملک کی معاشی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

بہرکیف اثاثوں کے اس مخصوص شعبے کی نمو اور روز افزوں مقبولیت کے پیش نظر مالی اداروں کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے جزدان کی توسیع کی احتیاط سے منصوبہ بندی کریں، موزوں انتظامات اور وسائل کی مدد سے ممکنہ خطرات کو کم سے کم کریں تاکہ اس نمو کے فوائد کو پائیدار بنیادوں پر حاصل کیا جاسکے۔

دیوپیکر اداروں کا سامنے آنا: جامع نگرانی کی ضرورت

مالی شعبے کو مناسب طریقے سے چلانے اور اس کی ترقی کے لیے ضروری اصلاحات لانے اور نافذ کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک نے حال ہی میں اپنا 10 سالہ وژن اور حکمت عملی جاری کی ہے۔ دس سالہ حکمت عملی منصوبے کا ایک اہم پہلو دیوپیکر گروپوں کی جامع نگرانی ہے جن میں بینک شامل ہیں۔

بینکوں کی جامع نگرانی کی ضرورت اس لیے ہے کہ بینکوں کو وبائی خطرے سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ بیشتر کمرشل اور دیگر مالی اداروں کے برخلاف بینکوں میں لیوراجیہ کا عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ سیال واجبات کو کم سیال اثاثوں سے سپورٹ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اعتماد میں کمی بیشی سے زیادہ متاثر ہوسکتے ہیں۔ جہاں بینکوں کا دیگر اداروں سے قریبی ربط ہو، چاہے مشترکہ حصہ داری کے ذریعے یا مشترکہ برانڈنگ کے توسط سے، وہاں ان کی شہرت اور استحکام ان دیگر اداروں میں موجود یا متصور کمزوریوں سے متاثر ہوسکتا ہے۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے جن میں کسی ذیلی یا ملحقہ ادارے کی وجہ سے بینک دیوالیہ ہوگیا۔

ضابطہ کاروں کے لیے چیلنج یہ ہے کہ وہ ایسے دیوپیکر اداروں کی تشکیل میں مدد دیں جن میں بینک شامل ہوں اور ساتھ ہی ان خطرات پر بھی نگاہ رکھیں جو دیوپیکر اداروں کی ہیئت انفرادی اداروں اور پورے مالی نظام کے لیے پیدا کرسکتی ہے۔ اس چیلنج کی اہمیت اس بات سے پتہ چلتی ہے کہ متعدد ممالک غیر ملکی بینکوں کو اس وقت تک خردہ منڈی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے جب تک مقامی ضابطہ کار غیر ملکی ضابطہ کار کی جامع نگرانی کے معیار سے مطمئن نہ ہو۔

مختلف مشکلات کا ادراک کرتے ہوئے اسٹیٹ بینک نے مطلوبہ فورمز کی اصولی منظوری کی خاطر بینکنگ کمپنیز آرڈیننس 1962ء میں ترامیم کے لیے کوشش کی ہے تاکہ وہ بینکوں، گروپوں اور مالی ہولڈنگ کمپنیوں کی عالمی رجحانات کے مطابق نگرانی کرسکے۔ ان ترامیم سے نہ صرف مختلف خطرات کو ٹالا جاسکے گا بلکہ بہتر کارکردگی، کم لاگت، کمتر قیمتوں اور مصنوعات وخدمات میں اختراع کی شکل میں اہم فوائد بھی حاصل ہوسکیں گے۔

مالی منڈیوں کے استحکام کا جائزہ

عالمی مالی منڈیوں کے برخلاف پاکستان میں مالی منڈیاں متعلقہ فریقوں اور شرکائے بازار کو بدستور سہولت فراہم کررہی ہیں اور مالی نظام کے استحکام میں کردار ادا کررہی ہیں۔ مالی سال 08ء اس لحاظ سے مالی سال 07ء سے واضح طور پر مختلف تھا کہ بازارِ زر اور بازارِ مبادلہ دونوں کو متحرک کرنے والی رقوم کی ہیئت ترکیبی مختلف تھی۔ مالی سال 07ء میں تو ملکی اور غیر ملکی رقوم بھاری مقدار میں آئیں یعنی خالص غیر ملکی اثاثوں اور خالص ملکی اثاثوں کی سطح معقول تھی لیکن مالی سال 08ء میں خالص ملکی اثاثوں کا جز خاصا زیادہ تھا کیونکہ مرکزی بینک سے حکومتی قرض گیری زیادہ تھی اور خالص غیر ملکی اثاثے تیزی سے کم ہوئے جس سے بازارِ زر اور بازارِ مبادلہ دونوں میں سیالیت پر دباؤ آ گیا، خصوصاً نومبر م س 08ء اور اس کے بعد۔ اس کے بعد جو ماحول پیدا ہوا وہ مرکزی بینک اور شرکائے بازار دونوں کے لیے دشوار تھا۔

اگرچہ بازارِ زر میں بدستور گہرائی آرہی ہے اور زری پالیسی کے موثر نفاذ کو تقویت مل رہی ہے، تاہم ابھی تک کچھ دشواریاں اور مسائل باقی ہیں۔ سب سے

بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ٹریژری بلز اور پی آئی بی کی نیلامیوں میں بولی ابھی تک یافت کی بنیاد پر قبول کی جاتی ہے، حجم کی بنیاد پر نہیں، جس کی وجہ سے شرکائے بازار اپنے شرح سود سے متعلق تصورات حد یافت کی بنیاد پر تشکیل دیتے ہیں، ڈسکاونٹ ریٹ کی بنیاد پر نہیں۔

دوسرے یہ کہ حکومتی تمسکات میں سرمایہ کاروں کی اساس ابھی تک پورے طور پر تشکیل نہیں پاسکی۔ ٹریژری بلز اور قلیل و وسط مدت پی آئی بیز پر بینکوں کا غلبہ ہے۔ خط یافت کے طویل سرے پر کم سرمایہ کار ہیں اور عملاً صرف ایک ہی ادارہ جاتی سرمایہ کار ہے جس کے پاس 15، 20 اور 30 سالہ پی آئی بیز ہیں۔

ثانوی بازار معمولی اور غیر سیال ہے اور سرمایہ کاروں کا رویہ زیادہ تر خرید کر رکھنے کی طرف مائل ہے۔ زیادہ تعداد میں لیکن کم حجم والی (نہ کہ کم تعداد میں اور زیادہ حجم والی) نیلامیوں سے نرخ کے تعین کی صورتحال بہتر ہوسکتی ہے اور ابتدائی ڈیلرز کے لیے انونٹری کا خطرہ کم ہوسکتا ہے۔ جب تک خط یافت کے طویل سرے پر سرمایہ کاروں کی اساس بہتر نہیں ہوتی اس وقت تک نیلامیوں میں حجم پر مبنی بولیوں کی قبولیت کا سلسلہ شروع نہیں ہوسکتا۔

بازار مبادلہ کو م س 08ء میں دشوار ماحول کا سامنا کرنا پڑا۔ م س 07ء میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری، عالمی امانتی وصولیوں کے اجرا، بیرونی جزدانی رقوم کی آمد، نجکاری آمدنی، کارکنوں کی ترسیلات وغیرہ کی شکل میں بڑی مقدار میں غیر ملکی رقوم آئیں تاہم م س 08ء میں، علی الخصوص نومبر کے بعد، سست رفتاری بلکہ بعض رقوم کے حوالے سے معکوس طرزِ عمل دیکھنے میں آیا۔ یہ صورتحال عالمی اور ملکی منڈیوں میں متعدد عوامل کی بنا پر پیدا ہوئی، جیسے اجناس کی بڑھتی ہوئی قیمتیں جن سے درآمدی بل پر دباؤ میں اضافہ ہوگیا، غیر مستحکم سیاسی ماحول جس سے غیر یقینی کیفیت پیدا ہوئی اور نتیجتاً ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاروں پر منفی اثر پڑا، اور عالمی مالی فضا کی مشکلات جن سے رقوم کے حصول کے لیے عالمی مالی منڈیوں تک رسائی دشوار تر ہوگئی۔ نتیجے کے طور پر تجارتی خسارہ بڑھ گیا، غیر ملکی ایکویٹی کی آمد کم ہوگئی، نجکاری کا عمل موخر ہوگیا اور عالمی منڈیوں تک رسائی کا عمل، نہ صرف مالی بحران کی وجہ سے بلکہ موڈیز اور ایس اینڈ پی کی جانب سے پاکستان کی ریاستی درجہ بندی گھٹائے جانے (کمزور معاشی ماحول کے باعث) کی بنا پر، سخت متاثر ہوا۔ کارکنوں کی ترسیلات اور بیرونی براہ راست سرمایہ کاری (جو م س 07ء کی نسبت م س 08ء میں کسی قدر زیادہ رہی) مالی سال 08ء میں زر مبادلہ کی آمد کا بڑا حصہ تھا۔ بیرونی جاری حسابات کے خسارے اور ڈالر کی نسبت روپے کی قدر پر ان حالات کا بے پناہ دباؤ پڑا اور م س 08ء کے دوران روپے کی قدر 11.5 فیصد کم ہوگئی جبکہ گذشتہ چند برسوں میں شرح مبادلہ میں نسبتاً استحکام دیکھا گیا تھا۔

دوسری جانب ماخوذیات کے بازار کا کل حجم آخر جون م س 08ء میں 393239 ملین روپے پہنچ چکا ہے جبکہ آخر جون م س 07ء میں 212611 ملین روپے تھا، یعنی ایک سال میں 85 فیصد نمو ہوئی۔ ماخوذیات کے مختلف زمروں کے درمیان منڈی کے حجم کی تقسیم سے پتہ چلتا ہے کہ کراس کرنسی تبدل کا مجموعی واجب الادا ماخوذیات میں غالب حصہ ہے اور زر مبادلہ کے آپشنز اور شرح سود کے تبدل کے حصے بھی بڑے ہیں۔ بہرحال ایف آر ایز کا مجموعی واجب الادا ماخوذیات میں برائے نام حصہ ہے۔ م س 08ء کی دوسری سہ ماہی تک شرح مبادلہ کے مستحکم ہونے کے تصورات کراس کرنسی تبدل اور زر مبادلہ کے آپشنز میں اضافے کا سبب تھے، تاہم م س 08ء کے دوران ڈسکاونٹ ریٹ میں (250 بیسس پوائنٹس) اضافے کے نتیجے میں خط یافت میں ہونے والی تبدیلیاں پاکستانی روپے کی شرح سود کے تبدل کے حصے میں دس فیصدی درجے کی کمی کی وضاحت کرتی ہیں۔ ایک اور سبب بین البینک منڈی میں گہرائی کا فقدان ہے جو تبدل کی منڈی کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ بین البینک منڈی کی عدم فعالیت کی وجہ سے ایف آر اے کا حجم بھی جمود کا شکار رہا ہے۔ بہرحال بیشتر لین دین تین اے ڈی ڈیز میں مرتکز رہا ہے اور ان کا مجموعی حصہ پوری منڈی کے 82 فیصد کے برابر ہے۔

اگرچہ پاکستان میں مالی شعبے کی اصلاحات سے شعبہ بینکاری میں کامیاب انقلاب برپا ہوا ہے اور یہ ایک منافع بخش اور صحت مند شعبہ بن گیا ہے اور اس میں مسابقت بڑھ رہی ہے، قرض جزدان میں تنوع آرہا ہے اور ملکی اور غیر ملکی عناصر دونوں ہی کے لیے ترغیبات اور مواقع پیدا ہو رہے ہیں، تاہم سرمایہ منڈیوں میں ترقی کی رفتار مقابلتاً کم ہے۔ حقیقی معنوں میں م س 03ء سے قبل کراچی اسٹاک ایکسچینج میں، جو آزادی کے بعد جلد ہی ستمبر 1947ء میں قائم ہوا، تجارتی حجم میں تیزی نہ آئی۔ اس کے بعد سے اپریل م س 08ء تک ہلچل کے چند واقعات کے باوجود کے ایس ای 100 اشاریہ کی نمو اور منڈی کی سرمایت عدم النظیر اور نمایاں رہی۔ اپریل م س 08ء کے بعد ایکویٹی منڈی میں تیزی سے کمی آئی: کے ایس ای 100 اشاریہ اپریل میں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد 41 فیصد سے بھی زیادہ گرا۔

قدر میں اضافے سے قطع نظر، جو زیادہ تر اپریل م س08 ء کے بعد غائب ہوگیا، پاکستان میں ایکویٹی منڈی نے ماکاری کے ذریعے کے بجائے تجارتی پلیٹ فارم کی حیثیت سے کام کیا۔ محدود فہرستوں، مرتکز لین دین اور ابتدائی عام پیشکشوں اور فہرستی قرضوں کے اجرا وغیرہ کی شکل میں کم وسائل کی بنا پر پاکستان میں قرضہ منڈیوں میں ابھی تک بہت بہتری کی گنجائش ہے۔

معاشی استحکام اور سیاسی شوروغوغا سے متعلق مسائل نے سرمایہ کاروں کے اعتماد کو متاثر کیا اور قدر میں کمی پیدا کی تاہم کارپوریٹ نظم ونسق کی خرابیوں اور ادارہ جاتی ایڈہاک ازم نے صورتحال کو مزید خراب کردیا۔ قدر میں مسلسل کمی کو روکنے کے لیے کے ایس ای کی انتظامیہ نے 28 اگست م س 09ء سے کے ایس ای 100 کے لیے 9144 کا فلور مقرر کردیا جس سے مزید کمی رک گئی اور منڈی ہر قسم کی عالمی اور ملکی تبدیلیوں سے محفوظ ہوگئی اور لین دین بھی برائے نام رہ گئی۔ کسی ترقی پذیر، ابھرتی ہوئی یا ترقی یافتہ معیشت میں اس قسم کے اقدام کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

م س 07ء کے مقابلے میں م س 08ء میں بیرونی جزدانی سرمایہ کاری کا خالص معکوسیت دیکھی گئی۔ اس امر کے باوجود کہ ایکویٹی منڈی میں بیرونی سرمایہ کاری کی مقدار زیادہ نہیں، اس سے ملکی سرمایہ کاروں کے جذبات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ م س 08ء کی دوسری ششماہی اور اس کے بعد روپے کی قدر میں کمی نے بھی غیر ملکی سرمایہ کاروں کے خطرے سے بچاؤ کے جذبات کو ابھارا۔

ایکویٹی منڈی میں بینکوں کے براہ راست حصے سے مالی استحکام کو پیدا ہونے والے خطرات کم ہیں کیونکہ بینکوں کی ایکویٹی میں سرمایہ کاری پچھلے چار برسوں کے دوران ان کی کل سرمایہ کاری کا 3.9 فیصد (اوسطاً) رہا ہے جو اسٹیٹ بینک کے محتاطیہ قواعد کی حدود کے اندر ہے۔

فہرستی کارپوریٹ بانڈ منڈی جس نے 1995ء میں پاکستان میں جڑ پکڑی، ابھی تک مجموعی مالی اثاثوں کا بہت معمولی حصہ ہے جس کی واجب الادا رقم جی ڈی پی کے 1 فیصد سے بھی کم ہے۔ یہ حصہ دیگر ابھرتی ہوئی معیشتوں کی نسبت برائے نام ہے۔ تاہم م س 08ء میں اجرائیوں کی رقم پچھلے دو برسوں سے خاصی زیادہ رہی ہے۔ مزید برآں گذشتہ تین برسوں میں زیادہ تر ٹی ایف سیز بینکوں اور دیگر مالی اداروں نے اپنی دو مراحل پر مبنی سرمائے کی ضروریات پوری کرنے کے لیے جاری کی ہیں۔

اسلامی بینکاری

اسلامی بینکاری نے 2002ء میں پاکستان میں اپنے دوبارہ آغاز کے بعد روایتی مالی اداروں کے شانہ بشانہ مالی وساطت کے متوازی طریقے کے طور پر تیزی سے ترقی کی ہے جو اس کے اثاثوں اور امانتوں کی اساس میں 60 فیصد سالانہ سے زائد کی نمو سے ظاہر ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ متوازی نظام کسی مذہبی یا قانونی مجبوری کی وجہ سے نہیں، اپنی خوبیوں کی بنیاد پر آگے بڑھ رہا ہے۔ مجموعی بینکاری صنعت میں اسلامی بینکوں اور روایتی بینکوں کی اسلامی شاخوں کا مشترکہ حصہ امانتوں میں 4.2 فیصد اور اثاثوں میں 4.3 فیصد ہے۔ دیگر ملکوں کی نسبت یہ حصے 6 سال کی مختصر مدت میں متاثر کن کارکردگی کا ثبوت ہیں: بحرین، ملائشیا اور انڈونیشیا میں یہ حصے بالترتیب 30 سال میں 8 فیصد، 25 سال میں 13 فیصد اور لگ بھگ پچھلی دہائی میں 1.7 فیصد ہیں۔ اس نمو کی رفتار سے فائدہ اٹھانے کے لیے اسٹیٹ بینک نے اپنا اسلامی بینکاری کا طویل مدتی منصوبہ شروع کیا ہے جس کے تحت امید ہے کہ 2012ء تک پوری بینکاری صنعت میں اس کا حصہ بڑھا کر 12 فیصد تک ہو جائے گا۔

یہ تیز نمو 2006ء اور 2007ء کے دوران منڈی میں چار نئے شرکا کی آمد کی بنا پر ممکن ہوئی ہے۔ فی الوقت پاکستان میں چھ اسلامی بینک کام کر رہے ہیں جن کی شاخوں کی تعداد 228 ہے۔ اس کے علاوہ اسٹیٹ بینک نے روایتی بینکوں کو بھی اسلامی شاخیں کھولنے کی اجازت دی ہے اور ایسی 103 شاخیں کھل چکی ہیں جس سے شاخوں کی مجموعی تعداد اگست م س 08ء کے آخر تک 331 ہوگئی۔

اگرچہ اثاثوں کی نمو کے اعتبار سے کارکردگی متاثر کن ہے تاہم اسلامی بینکوں کے اثاثوں پر منافع اور ایکویٹی پر منافع کو دیکھا جائے تو منافع آوری اسی نسبت سے نہیں ہوئی جس نسبت سے اثاثوں کی نمو ہوئی ہے۔ 2007ء میں مذکورہ تناسبات 0.6 فیصد اور 3.3 فیصد رہے جو پورے بینکاری شعبے کی اوسط سے کم ہیں۔ بہرحال یہ اظہاریے پوری تصویر کی عکاسی نہیں کرتے کیونکہ منڈی میں چار نئے بینک بھی شامل ہوئے ہیں جنھوں نے اپنا کام 2006ء اور 2007ء

میں شروع کیا ہے اور وہ ابھی تک اپنے کاروبار کو مستحکم و مضبوط کرنے کے عمل سے گذر رہے ہیں، اپنی امانتوں کی اساس میں اضافہ کررہے ہیں اور کارروائیوں کا دائرہ بڑھا رہے ہیں۔ نئے بینک کو انتظامی امور اور متعلقہ انفراسٹرکچر پر ہونے والی ابتدائی لاگت اور اخراجات کے بعد منافع کمانے کے قابل ہونے میں تین چار برس لگتے ہیں۔ یہ بات 2005ء میں اثاثوں پر منافع (2.6 فیصد) اور ایکویٹی پر منافع (16.3 فیصد) سے ظاہر ہے جو دونوں زیادہ رہے۔ 2005ء میں صرف دو مکمل اسلامی بینک کام کر رہے تھے۔ دونوں اظہاریے بعد کے برسوں میں تیزی سے گرے (اور 2007ء میں معمولی سی بہتری آئی)۔ اس کا سبب سرمائے اور اثاثوں کی اساس کے اثر میں اضافہ تھا: نئے بینکوں نے اسلامی بینکاری شعبے کے مجموعی سرمائے اور اثاثوں میں اضافہ کردیا لیکن آمدنی ابھی تک زیادہ تر دو پہلے سے قائم شدہ بینکوں میں مرتکز ہے۔ آنے والے برسوں میں مذکورہ دونوں اظہاریوں میں بہتری کا امکان ہے جب نئے بینک مستحکم ہوجائیں گے۔ بہرحال معاشی ماحول میں موجودہ تناؤ اس عمل کو کچھ سست کرسکتا ہے۔

غیر بینکی مالی اداروں کی کارکردگی

غیر بینکی مالی اداروں کے اثاثوں میں م س 07ء کے دوران 22.7 فیصد کی سال بسال نمو ہوئی اور یہ 567 ارب روپے تک پہنچ گئے جبکہ م س 06ء کے دوران 17.4 فیصد کی نمو ہوئی تھی۔ م س 07ء میں فعال اداروں کی تعداد 209 تھی جو م س 08ء میں بڑھ کر 237 ہوگئی جبکہ م س 06ء میں 188 تھی۔ اس شعبے کے کل اثاثوں کا حجم جی ڈی پی کے مقابلے میں 5.9 فیصد اور کل مالی شعبے کے اثاثوں کا 8 فیصد (م س 08ء کے آخر میں) ہے جو بہت کم ہے۔ اسی طرح اس کی امانتوں کا تناسب بھی مالی شعبے کی کل امانتوں کا صرف 1.1 فیصد ہے۔

کارکردگی کے اظہاریوں کے تفصیلی جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ غیر بینکی مالی اداروں کو غیر بینکی مالی خدمات کی نمو کے مواقع کو تشکیل دینے میں محدود کامیابی ملی ہے اور اس کے مختلف ذیلی شعبوں کی کارکردگی وسیع تر مالی شعبے میں ماحول کی بڑھتی ہوئی دشواریوں کی بنا پر متاثر ہوئی ہے۔ منڈی کی رسائی بڑھانے، مصنوعات کے اختراع کو فروغ دینے، سرمایت میں اضافے اور کم ترقی یافتہ شعبوں کی تشکیل نو کے لیے بعض ہنگامی اقدامات کی ضرورت ہے تاکہ مجموعی طور پر غیر بینکی اداروں کی پائیدار نمو کو یقینی بنایا جاسکے۔

نومبر م س 08ء میں ایس ای سی پی نے غیر بینکی مالی کمپنیوں کے ضوابطی ڈھانچے میں اصلاحات کے لیے ضروری اقدامات کیے۔ اس ڈھانچے کا تصور 2002ء میں متعارف کرایا گیا تھا جب ان مالی اداروں کی ضوابطی ذمہ داری ایس ای سی پی سے اسٹیٹ بینک کو منتقل کی گئی تھی۔ نئے ضوابط میں مختلف قسموں کی غیر بینکی مالی کمپنیوں کی تشکیل کی ضروری شرائط بیان کی گئی ہیں اور ان سے متعلق دیگر پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے۔ غیر بینکی مالی کمپنیوں کے لیے قبل ازیں جاری کیے جانے تمام محتاطیہ قواعد نئے ضوابط میں ضم کردیے گئے ہیں۔ اگست م س 09ء میں ایس ای سی پی نے 2007ء کے ضوابط کا نظر ثانی شدہ ورژن (مسودہ) غیر بینکی مالی کمپنیاں اور نوٹیفائیڈ اداروں کے ضوابط 2008ء کی شکل میں جاری کیا تاکہ 2007ء میں جاری کیے گئے ضوابط کی بعض قانونی وضاحتیں کی جاسکیں اور منڈی سے متعلق عملی مسائل سے نمٹا جاسکے۔ اب یہ ضوابط حتمی شکل پا کر جاری ہوچکے ہیں۔ نتیجتاً نیا ضوابطی ڈھانچہ اب ان قواعد پر مشتمل ہے: غیر بینکی مالی کمپنیوں کے قواعد 2003ء (ترمیم شدہ) اور غیر بینکی مالی کمپنیاں اور نوٹیفائیڈ اداروں کے ضوابط 2008ء۔

غیر بینکی مالی کمپنیوں کی تجارتی قوت کے حوالے سے تشویش کا ایک اور سبب ان کے محدود وسائل کی بنا پر ہے۔ بینکوں اور دیگر مالی اداروں سے قرض پر ان کا ضرورت سے زیادہ انحصار غیر بینکی مالی کمپنیوں کے لیے مسائل کا باعث بنا ہے کیونکہ اس سے فنڈنگ کی لاگت بڑھ جاتی ہے اور اگر قرض کے یہ ذرائع سیالیت کے بحران کے ماحول میں معدوم ہوجائیں تو نظمی خطرہ پیدا ہوسکتا ہے، جیسا کہ اکتوبر م س 09ء میں دیکھا گیا۔ بعض غیر بینکی مالی کمپنیوں کو سرمایہ کاری کے سرٹیفکیٹس کی شکل میں خردہ امانتیں جمع کرنے کی اجازت ہے تاہم اس صورت میں جو رقم جمع ہوتی ہے وہ عموماً اتنی نہیں ہوتی کہ یہ ادارے اپنی تجارتی سرگرمیاں کرسکیں اور ان میں توسیع لاسکیں۔ نتیجے کے طور پر غیر بینکی مالی کمپنیاں بینکاری شعبے کے مقابلے میں، جسے کم لاگت کی رقوم تک رسائی حاصل ہے، نقصان میں ہیں۔